# آنکھوں کی سوئیاں

از

سید ابوالحسن علی، ندوی

ناشر

مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

قیمت

www.abulhasanalinadwi.org

دینی اور تعمیری مضامین کے لئے

پندرہ روزہ "تعمیر لکھنؤ" پڑھئے



بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

# آنکھوں کی سوئیاں

ہندوستان کی کہانیاں اپنے اندر بڑی بڑی حقیقتیں رکھتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے حکیموں نے زندگی کے بڑے بڑے فلسفوں کے عام فہم اور دلچسپ ترجمے کر دیے ہیں یا خشک حقیقتوں کو چلتی پھرتی زندگی میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، ہم ان چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی مدد سے زندگی کے بہت سے حقائق کو ذہن کی گرفت میں لا سکتے ہیں۔

بچپن میں ہم نے جو کہانیاں سُنی تھیں اور دماغ کی سلوٹوں میں کہیں چھپی ہوئی رہ گئیں ان میں سے کوئی ایسی کہانی بھی تھی جس میں کسی مظلوم عورت کی داستان درد بیان کی گئی تھی، جس کے سارے جسم میں سوئیاں چُبھی ہوئی تھیں اس کی دشمن سارے دن اس کی سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھوں کی سوئیاں قصداً چھوڑ دیتی تھی اور رات ہو جاتی تھی دوسرے دن پھر نئی سوئیاں چبھ جاتی تھیں اور پھر وہ سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتی تھی ہم کو کہانی کے صرف اتنے ہی حصہ سے غرض ہے۔

آپ غور کریں گے تو مظلوم انسانیت کے ساتھ زمانۂ دراز سے یہی معاملہ درپیش ہے اسکا سارا جسم سوئیوں سے چھلنی ہو رہا ہے جسم کے ہر حصہ میں ظالم

www.abulhasanalinadwi.org

سوئیاں چبھ رہی ہیں کچھ ہمدرد ہاتھ اسکی یہ سوئیاں نکالنے کے لئے بڑھتے ہیں لیکن ہر مرتبہ آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیتے ہیں اور اسکی نجات کا کام ناتمام رہجاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے روز وہ اسی طرح مجروح اور مبتلا نظر آتی ہے اور از سر نو محنت کرنی پڑتی ہے۔

انسانیت ایک مکمل انسانی جسم اور وجود کی نمائندہ ہے وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی جامع ہے، اسکے ساتھ جسم بھی ہے پیٹ بھی ہے دل بھی ہے دماغ بھی ہے روح بھی ہے، ان تمام حصوں کے ساتھ کچھ مصائب اور آلام بھی ہیں یہ اسکے جسم کی سوئیاں ہیں جو اسکو زار و نزار کیے ہوئے ہیں۔

بھوک فاقہ اچھی اور صحیح غذا کا نہ ملنا یہ پیٹ کی سوئیاں ہیں یقیناً ان سے انسانیت کو تکلیف اور دکھ پہونچتا ہے۔ عالم انسانیت کی یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے اور زندگی کا یہ بڑا شرمناک پہلو ہے کہ قدرت کی فیاضیوں اور غذائی سامان کی پوری فراوانی کے باوجود چند انسانوں کے ناجائز تصرف یا کسی نظام سلطنت کے جابرانہ طرز عمل سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو پیٹ بھر روٹی میسر نہو اور وہ اپنے فطری حق اور ضروری سامان زندگی سے محروم رہے اس پر غم و غصہ اضطراب و احتجاج، اس صورت حال کے خلاف جد و جہد ایک قدرتی امر اور صحیح انسانی احساس ہے جس پر تعجب یا ملامت کا کوئی موقع نہیں۔

انسان جسم رکھتا ہے اور جسم کو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس دیا گیا ہے اور لباس کی طلب بخشی گئی ہے اس طلب کو پورا کرنے کیلئے زمین پر پورے انصاف اور ضرورت کے مطابق لباس پیدا کرنیوالی چیزیں اور لباس تیار



کرنیوالے ہاتھ پیدا کئے گئے ہیں پھر بڑی بے انصافی ہے کہ چند آدمیوں کے زائد لباس استعمال کرنے یا بکسوں میں بند کر کے رکھنے یا بے جان دیواروں کو جاندار انسانوں کے کام آنیوالا کپڑا اڑھانے کیوجہ سے انسان سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں یا انکو ستر پوشی کے لئے بھی کپڑا نہ ملے۔

انسان دل رکھتا ہے اسکی کچھ جائز خواہشات ہیں انکا نہ پورا ہونا، بڑی زیادتی اور ظلم ہے وہ دماغ رکھتا ہے اسکا علم سے محروم اور دماغی ترقی اور صحیح قوت فکر سے دور رہنا ناانصافی اور نظام زندگی کا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنا ایک حساس انسان اور ایک صحیح الاحساس جماعت کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے۔

انسانی تہذیب و تمدن کو پھلنے پھولنے اور انسانوں کی روحانی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو متوازن نشو و نما حاصل کرنیکے بہترین مواقع جب حاصل ہیں جب انکے راستہ میں کوئی جابر قوت حائل نہو عموماً دیکھا گیا ہے کہ غیر ملکی حکومت وسائل زندگی پر قبضہ کر لیتی ہے اور انکی تقسیم کا کام اپنے غیر ہمدرد اور ناانصاف ہاتھوں میں لے لیتی ہے اسکے اقتدار میں محکوم قوم کے جائز جذبات بھی افسردہ اور اسکی ذہانت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے وطن میں جیل کے قیدیوں کی طرح زندگی گزارتی ہے، اسلئے غلامی بھی انسانیت کیلئے ایک بڑی مصیبت اور بار جان ہے اور اسکا دور کرنا زندگی کے حقیقی لطف سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے۔

اسلئے بلاشبہ فاقہ کشی، عریانی، مجبوری، جہالت اور محکومی وہ سوئیاں ہیں جو انسانیت کے جسم کو برماتی رہتی ہیں انکا دور کرنا ایک بڑی انسانی خدمت ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن کیا اس دکھی انسانیت کے سارے دکھ اور روگ یہی ہیں اور یہی اس کے جسم کی سوئیاں ہیں، ان سوئیوں کے نکلتے ہی اسکو دل کا سکون، جسم کا آرام اور سکھ کی نیند نصیب ہو جائیگی؟ اور اسکی آنکھ کی کھٹک اور دل کی خلش دور ہو جائے گی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہوتی کہ ہر شخص کو پیٹ بھر کر روٹی ضرورت بھر کا کپڑا، جائز خواہشات کی تکمیل کا سامان اور تعلیم کے مواقع حاصل ہو جائیں، اسکے جسم میں کچھ اور بھی زہر کی بجھی ہوئی سوئیاں ہیں جو اسکو اندر اندر گھلاتی رہتی ہیں اور ایسی سوسائٹی جسکو زندگی کا ساماں منہ مانگی مراد مل چکی ہو ان زہر کی بجھی ہوئی سوئیوں کی وجہ سے ہر وقت کراہتی تڑپتی اور اندر اندر سے گھلتی رہتی ہے۔

انسان اس پر بس نہیں کرتا کہ اسکو پیٹ بھر کر کھانا اور اپنی اور اپنے بچوں اور متعلقین کی ضرورت کا کپڑا اور سامان زندگی حاصل ہو گیا ہی، اس کے اندر اس فطری پیٹ کے علاوہ ایک اور مصنوعی پیٹ پیدا ہو جاتا ہی وہ حرص و ہوس کا پیٹ ہی جو جہنم کی طرح ھل من مزید (کچھ اور بھی) ہی پکارتا رہتا ہی اسکو روپیے سے صرف اسی لئے نہیں کہ وہ ضروریات زندگی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے بلکہ بغیر کسی مقصد کے ذاتی محبت و عشق ہو جاتا ہے اور اسکو کوئی بڑی سے بڑی مقدار تسکین نہیں دے سکتی، دولت کے اس ذاتی عشق کی وجہ سے وہ ہر مجرمانہ فعل کا بے تکلف ارتکاب کرتا ہے، رشوت ستانی، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اسی ذہنیت اور مزاج کے ادنی کرشمے ہیں۔

اگر دنیا کی اخلاقی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور تعصبات سے الگ ہو کر



بدنظمیوں بے عنوانیوں اور شہری زندگی کے مشکلات کے حقیقی اسباب تلاش کیئے جائیں تو انکی تہ میں جائز انسانی خواہشات اور حقیقی ضروریات کا ہاتھ کم ملیگا، انکی تہ میں عموماً ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نکلیں گی، انھیں ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نے ہر زمانہ میں شہری زندگی میں نئی نئی الجھنیں اور ہر نظام حکومت کیلئے نئے نئے مشکلات پیدا کیئے ہیں، انھیں فرضی ضروریات نے لوگوں کو مظالم بددیانتی، غبن، استحصال بالجبر، رشوت خوری، سٹہ بازی، ذخیرہ اندوزی، فریب دہی پر آمادہ کیا اور ان کے اثر سے پورے پورے ملک اور بڑی بڑی حکومتیں "اندھیر نگری چوپٹ راج" بن کر رہ گئیں۔

آج بھی اگر موجودہ مشکلات اور شکایات کی تحقیق کیجائے گی تو صاف نظر آئیگا کہ موجودہ پریشانی اور بے اطمینانی کا سبب یہ نہیں ہی کہ ملک کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد یا اکثریت کو ضروریات زندگی میسر نہیں اور اسکی جائز خواہشات پوری نہیں ہوتیں اور اس ملک میں بھوکوں اور ننگوں کی زیادتی ہے انصاف سے اگر دیکھا جائے تو ان بھوکوں اور ننگوں نے کسی کی عافیت تنگ نہیں کی ہی، عافیت ان لوگوں نے تنگ کی ہی جنکے پیٹ بھرے ہوئے ہیں، لیکن انکا دل دولت سے کبھی نہیں بھرتا، حقیقی ضروریات کا نام بدنام ہی، انکی فہرست کچھ طویل نہیں، ساری خرابی فرضی ضروریات نے پیدا کی ہی جنکی فہرست ہمیشہ بڑھتی رہتی ہی اور کبھی اتنی بڑھ جاتی ہی کہ پورے محلہ اور کبھی پورے شہر کی دولت ایک فرد کیلئے کافی نہیں ہوتی۔

آج یہ ہوشربا گرانی، اشیاء کی نایابی اور افراط زر کیوں ہی کیا اسلئے کہ اہل ملک کی اکثریت بھوکی اور ننگی ہی؟ ظاہر ہی کہ صرف اسلئے کہ دولت کی ہوس

رہ گئی ہے، زیادہ اور جلد سے جلد دولتمند بننے کا شوق جنون کی حد تک پہونچ گیا ہے، قناعت زندگی سے مفقود ہو چکی ہے، فخر، ریاکاری، جاہ طلبی، نمائش [illegible] کے خمیر میں داخل ہو چکی ہے ۔

آج جس چیز نے زندگی کو عذاب اور دنیا کو دارالعذاب بنا رکھا ہے اور جس سے ہر موڑ پر سابقہ ہے وہ بڑھی ہوئی رشوت ستانی، چوربازاری اور ظالمانہ نفع خوری ہے لیکن کیا ان جرائم کا ارتکاب بھوک، فاقہ کشی اور برہنگی کی مجبوری سے کیا جاتا ہے یہ تو اسی طبقہ کے حرکات ہیں جسکو اپنی خوراک سے زیادہ غلہ، اپنے حصہ سے زائد کپڑا اور اپنی ضرورت سے فاضل سامان زندگی حاصل ہے ہزاروں مجرمین میں ایک بھی نان شبینہ کا محتاج اور سردی سے ٹھٹھرنے والا انسان نہیں ملیگا یہ متوسط اور دولتمند طبقہ کے اعمال ہیں جسکے پاس ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز کم اور ارتکاب جرم کیلئے کوئی مجبوری نہیں ہے ۔

حقیقت میں انسانوں کی فطری اور واجبی ضروریات کا معاملہ کچھ مشکل نہیں یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک ملک میں ہر شخص کو پیٹ بھر کر کھانا ضرورت کا کپڑا اور سامان زندگی میسر ہو جائے، لیکن کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی حکومت اور بڑے سے بہتر نظام کسی مختصر سے مختصر آبادی کیلئے بھی اسکی فرضی ضروریات مہیا کر سکتا ہے اور کسی ایک انسان کے بھی مصنوعی پیٹ کو بھر سکتا ہے جسکی جھوٹی بھوک (اشتہار کاذب) سارے انسانوں کا رزق کھا کر بھی نہیں مٹتی ؟ پھر جب سوال حقیقی ضروریات کا نہیں بلکہ فرضی ضروریات کا ہے اور مرض اشتہار صادق نہیں بلکہ اشتہار کاذب ہے تو کوئی ایسا معاشی فلسفہ یا اقتصادی نظام جو سوسائٹی



ضمیر کو نہیں بدلتا جو صرف انسانوں کے پیٹ بھرنے اور تن ڈھکنے کی ذمہ داری لیتا ہے اور جو مادی احساس میں اعتدال پیدا کرنے کے بجائے اشتعال پیدا کرتا ہے، کیا کسی سوسائٹی کو بھی اندرونی طور پر مطمئن کر سکتا ہے اور زندگی کو موجودہ مشکلات سے نجات دے سکتا ہے ؟

غور سے دیکھا جائے تو رشوت ستانی، چوربازاری، حد سے زیادہ نفع خوری اور اخلاقی جرائم اصل بیماریاں نہیں ہیں، اصل بیماری وہ ذہنیت اور مزاج ہے جو ان بداخلاقیوں اور بے اصولیوں پر آمادہ کرتا ہے جب تک اس مزاج میں تبدیلی نہو ان خرابیوں کا مستقل سدباب نہیں ہو سکتا اگر ایک دروازہ بند کیا جائیگا تو دس دروازے کھل جائیں گے انسانی ذہن اپنے مقاصد کے حصول کیلئے بہت سے چور دروازے رکھتا ہے اگر اسمیں کوئی گہری تبدیلی نہو تو اسکا راستہ روک کر کوئی عاجز نہیں کر سکتا اسکو اپنی مطلب برآری کیلئے بہت سی تدبیریں اور حیلے آتے ہیں وہ آن کی آن میں اپنا مطلب نکال لیگا

موجودہ زندگی کی اصل خرابی یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کا ضمیر خود غرض اور مطلب پرست بن گیا ہے اسکا ایک فرد اپنی غرض کیلئے بے تکلف بڑی سے بڑی بے اصولی کا ارتکاب کر لیتا ہے، اگر وہ کسی شعبہ کا امین بنایا جاتا ہے تو اسکو خیانت میں باک نہیں اگر کسی قومی ادارہ کا رکن منتخب ہوتا ہے تو اسکو اپنے حقیر فائدہ کیلئے بڑے سے بڑے قومی و جماعتی فوائد کو پامال کرنے اور دوسروں کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر آباد کرنے میں عذر نہیں، اگر وہ ماتحت ہے تو کام چور، سست کار اور احساس فرض سے عاری ہے وہ اپنے کسی متوقع

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ یا کسی ذاتی رنجش کی بنا پر ایک گھنٹے کے کام میں بآسانی ایک مہینہ لگا سکتا ہے اور آسان سے آسان معاملہ کو برسوں الجھا سکتا ہے اور اسطرح سے اپنے ذاتی فوائد کیلئے نظام حکومت کو ناکام یا بدنام کر سکتا ہے، اگر وہ صاحب اخبار ہے تو اعزہ نوازی، احباب پروری، بیجا پاسداری اور شخصی یا خاندانی فوائد کی بنا پر صریح بے اصولی کا ارتکاب کرکے ملک و قوم کو نقصان پہونچاتا ہے اگر تاجر ہے تو دولت میں غیر ضروری اضافہ کرنے کیلئے چور بازاری اور ناجائز نفع خوری کرکے لاکھوں غریبوں کو پیٹ کی مار مارتا ہے اور دانہ دانہ کو ترساتا ہے اگر وہ روپیہ کا کاروبار کرتا ہے تو سود خواری اور مہاجنی کے ذریعہ صدہا غریبوں کا بال بال قرض میں جکڑ دیتا ہے اور انکو پیسہ پیسہ کا محتاج بنا دیتا ہے۔

افراد سے بڑھکر جماعتوں اور پوری پوری قوموں پر خود مطلبی اور خود غرضی کا شیطان مسلط ہو گیا ہے سیاسی جماعتیں جماعتی خود غرضی اور خود بینی میں مبتلا ہیں، یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں پر قومی خود غرضی کا بھوت سوار ہے، جسکے پاؤں کے نیچے چھوٹی اور کمزور قومیں سبزہ کی طرح پامال ہوتی رہتی ہیں اس قومی خود غرضی نے ساری دنیا کو تجارت کی منڈی یا لوہار کی بھٹی بنا رکھا ہے اور ساری زمین کو ایک وسیع میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس قومی خود غرضی کی خاطر بڑی سے بڑی بے اصولی اور بے آئینی روا ہے اسکے ادنیٰ اشارہ پر لاکھوں بے گناہ انسانوں کو بیدریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، ایک قوم پر دوسری قوم کو مسلط کر دیا جاتا ہے، بھیڑ بکریوں کی طرح ایک قوم کو دوسری قوم کے ہاتھ بیچ ڈالا جاتا ہے، متمدن ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں، یورپ کی اسی



قومی خود غرضی نے پہلے عربوں کو ترکوں کے خلاف ابھارا اور کل عرب سلطنت کا خواب دکھایا، پھر اسی خود غرضی نے شام جیسے چھوٹے ملک میں چار مستقل حکومتیں قائم کیں، پھر اسی نے یہودیوں کو وطن الیہود کا سبز باغ دکھایا، آج بھی فلسطین میں کچھ ہو رہا ہے اور اسکی گتھی جسطرح الجھتی جا رہی ہے وہ محض امریکہ، برطانیہ اور روس کی قومی خود غرضی کا نتیجہ ہے، ہندوستان میں سو برس جو کچھ ہوتا رہا ہے اور پھر آخر میں جسطرح اس امن پسند ملک کو قتل گاہ بنا کر چھوڑا گیا ہے وہ یا تو برطانیہ کی براہ راست قومی خود غرضی کا کرشمہ ہے یا اسکی پیدا کی ہوئی اس بدترین قومی خود غرضی کا جسکا زہر یہاں کی آبادی کے جسم میں سو برس تک سرایت کرتا رہا ہے، مغربی تہذیب اور مغربی سیاست کی لائی ہوئی اس قومی خود غرضی نے ۱۹۴۷ء میں یہاں کے لوگوں کو اتنا اندھا اور دیوانہ بنا دیا کہ ان سے وہ غیر انسانی افعال صادر ہوئے جنکی نسبت سے چوپایوں اور درندوں کو بھی شرم آئیگی اور آدم خور وحشیوں کی گردن شرم سے جھک جائیگی، اور زمانہ آئندہ کا مورخ ان واقعات کی تصدیق میں سخت پس و پیش کرے گا۔

پھر اس خود غرضی نے ساری دنیا میں اور ملک کے تمام طبقوں میں ایک مخصوص مزاج پیدا کر دیا ہے جسکا خاصہ ہے کہ انسان اپنے حقوق کے مطالبہ میں بڑا مستعد ہے اور فرائض و حقوق کے ادا کرنے میں سخت کوتاہ اور حیلہ جو، اس ذہنیت اور سیرت نے ساری دنیا میں انفرادی جماعتی اور طبقاتی کشمکش برپا کر دی ہے ہر شخص اپنا حق مانگتا ہے اور دوسرے کا حق ادا کرنے سے گریز کرتا ہے، اگر دنیا پر نظر ڈالی جائے تو ساری دنیا حقوق طلبوں کی ایک آبادی نظر آئیگی جسمیں حق طلبی کا نعرہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہر زبان پر ہے لیکن ادائے فرض کا احساس کسی دل میں نہیں، جس آبادی میں ہر شخص حق طلب ہو لیکن فرض شناس کوئی نہ ہو وہاں کی زندگی کی الجھنوں اور دقتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور وہاں کی کشمکش کو کوئی انسانی تدبیر یا تنظیم دور نہیں کر سکتی

ہم اس خود غرضی پر خواہ کتنے چیں بجبیں ہوں اور اس سے ہمیں خود اپنی روزمرہ کی زندگی میں خواہ کتنی مشکلات پیش آئیں وہ ہے بالکل ایک قدرتی چیز، جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں، اس مادی زندگی کی لذتوں اور فائدوں کے سوا کسی اور حقیقت کا یکسر وجود نہیں اور ہمارا سارا ادب، فلسفہ اور پورا ماحول اسی کی تلقین کرتا ہو، اسی کی مثالیں سند اور معیار کے طور پر پیش کر رہا ہو، زندگی بعد موت کا ہر تصور ختم ہو چکا ہو، اخلاقی قدروں اور زندگی کی دوسری بلند اور لطیف تر حقیقتوں نے خالص مادی و جسمانی احساسات کیلئے جگہ خالی کر دی ہو، پیٹ اور جسم نے پھیل کر زندگی کی ساری وسعت گھیر لی ہو اور تمام دوسری حقیقتوں کو نگاہ سے اوجھل کر دیا ہو، وہاں انسان خود غرض کیوں نہ ہو؟ اور وہ اس [illegible] آخر زندگی کی لذتوں اور منفعتوں کو کس دن کیلئے اٹھا رکھے اور اس زندگی سے لطف اندوزی میں کس لئے بخل اور احتیاط سے کام لے؟ پھر جب اسکو کسی بالاتر نگرانی اور کسی قادر و توانا ذات اور کسی ہمہ بیں و ہمہ داں ہستی کا بھی اعتقاد اور خوف نہ ہو تو وہ ان اغراض کے حصول کیلئے جو اسکی زندگی میں خوش حالی یا لذت و لطف پیدا کریں ان اسباب و ذرائع کے اختیار کرنے میں پس و پیش سے کام لے جو اس کے لئے کسی وقت بھی ممکن ہو سکیں۔



اور پھر جب مادہ پرست سیاسی فلسفہ نے انسان کی زندگی کو ایک قوم اور وطن کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور ہر ایسے تصور اور ہمدردی کو ذہن سے نکال دیا ہے جسکا دائرہ ایک قوم یا وطن سے زیادہ وسیع ہو اور ہر ایسی چیز کو راستہ سے ہٹا دیا ہو جو انسانیت کا وسیع تر تصور اور زندگی کا غیر فانی تخیل پیش کرتی ہو تو انسان کی فطری خود غرضی اپنے انتہائی ارتقا میں بھی قومی اور وطنی خود غرضی کی سطح سے کس طرح بلند ہو سکتی ہے اور وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کسی جائز و ناجائز فعل کے ارتکاب سے کس طرح احتیاط کر سکتی ہے؟

یہ خود غرضی اور مطلب پرستی اس موجودہ نظام معاشرت و سیاست کا جزو لاینفک ہے جب تک اس کا ازالہ نہ ہو ظاہری انتظامات، اصلاحات و ترقیات کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں، سیاسی طور پر ملک آزاد و خود مختار ہو یا غیر ملکی حکومت کے ماتحت جب تک ہماری سوسائٹی پر خود غرضی مسلط ہے دولت و عزت کا عشق تمام ملک پر چھایا ہوا ہے ذمہ داری کا احساس افراد کے دلوں سے نکل چکا ہے اور معاشرہ کا قلبی رجحان زیادہ سے زیادہ لطف اندوزی فرضی ضروریات کے حصول اور خواہشات نفس کی تکمیل کی طرف ہے عملاً وہ سوسائٹی زندگی کی حقیقی مسرتوں اور آزادی کے عملی نتائج سے محروم رہے گی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ سوسائٹی پر ایک غیر طبعی فربہی چھا رہی ہے، وہ اپنی ظاہری آرائش میں بھی ترقی کر رہی ہے، فاقہ کشی اور عریانی کا

www.abulhasanalinadwi.org

تناسب بھی کم ہو رہا ہے اور بعض ملکوں میں معاشی نا انصافی کا خاتمہ ہو گیا ہے
تعلیم عام ہو رہی ہے نئے نئے شعبوں کی کثرت ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سوسائٹی
کو اندر سے روگ لگ چکا ہے جو اندر اندر سے اسکو کھوکھلا کر رہا ہے جب لوگوں
میں نا انصافی گھر کر گئی ہو تو محض معاشی نا انصافی کو مٹا دینے سے کسی ملک
میں حقیقی انصاف اور عام ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی، معاشیات کے علاوہ
بھی زندگی کے بہت سے میدان ہیں جنہیں انسان کو انسان پر ظلم کرنے اسکا
حق دبانے اور کم سے کم اس کو تنگ کرنے کے پورے مواقع حاصل ہیں
جب تک دلوں سے اس نا انصافی اور ظلم کی طرف رجحان اور خود غرضی کا
بیج نہ نکالا جائے کوئی شہری نظام ظلم و نا انصافی اور بد دیانتی سے پاک نہیں ہو سکتا

ایشیا میں ابھی حال میں جو نئی خود مختار ریاستیں قائم ہوئی ہیں یا جن
ممالک کو نئی نئی آزادی حاصل ہوئی ہے وہ بھی اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے
ہیں کہ ملک کی خوش حالی اور قوم کی ترقی صرف زندگی کی ظاہری تنظیمات
اور وسائل کے حصول میں نہیں ہے بلکہ ان مقاصد کی صحت میں ہے جن کے
لیے یہ وسائل استعمال ہوتے ہیں، رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے
قلبی جذبات میں ہے اور یہ چیزیں کسی مشینی طریقہ اور سیاسی تنظیم سے نہیں
پیدا ہوتیں ملکہ یہ کسی مشینی طریقہ یا سیاسی نظام سے پیدا ہو سکتیں اور
وسائل زندگی کی فراہمی اور ملک کی ظاہری تنظیم حقیقی خوش حالی امن و
اطمینان اور قلبی سکون کی ضامن ہوتی تو یورپ و امریکہ کی مستحکم و منظم سلطنتیں
امن و سکون کا گہوارہ ہوتیں اور وہ ممالک جنت نظیر ہوتے مگر سب جانتے ہیں



کہ ان ممالک کو حقیقی اطمینان نصیب نہیں، وہاں کی اندرونی الجھنیں کوئی
چھپا ڈھکا واقعہ نہیں۔

مقاصد کی صحت، رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے
قلبی جذبات کا سرچشمہ ایک صحیح و طاقتور اخلاقی و روحانی مذہب ہی ہے
جو انسان کے جسم کے ساتھ اسکے دل پر بھی حکومت کرے، جو اسکی خواہشات
کو اپنے ضبط و نظم میں رکھے جو اپنی روحانی طاقت سے اس سے بنی نوع کے حق میں
ایثار و قربانی کرا سکے جو اس محدود و مختصر زندگی کے علاوہ کسی ایسی غیر فانی
زندگی کو اس کی نگاہ میں اس طرح حقیقت بنا سکے کہ اسکے شوق میں آدمی اس
زندگی میں اعتدال و احتیاط سے کام لے، جو اسکے سامنے کھانے پینے پہننے اوڑھنے
دولت و عزت حاصل کرنے اور حیوانی تقاضوں کو انسانی عقل و ہنرمندی سے
پورا کرنے کے علاوہ انسانیت اور زندگی کے کچھ اور معانی بتلا سکے اور انسان کی
زندگی کے کچھ زیادہ بلند مقاصد انسان کے سامنے لا سکے، ایسے ہی مذہب کی
صحیح تعلیم اس خود غرضی اور کوتاہ نظری کو زائل کر سکتی ہے جس سے ہمارا
موجودہ نظام معاشرت و سیاست داغ داغ ہو رہا ہے۔

مبارک ہیں وہ ہاتھ جو مظلوم انسانیت کے جسم کی سوئیوں کو نکالنے
کیلئے بڑھیں مگر یاد رہے کہ آنکھوں کی سوئیاں نکالے بغیر اسکو سکھ کی نیند
اور دل کا چین حاصل نہیں ہو سکتا، آزادی اور حکومت خود اختیاری کا
حاصل کرنا بڑا ضروری کام اور اعلیٰ مقصد ہے، ملک سے فاقہ کشی، برہنگی اور
افلاس کو دور کرنا، معاشی نا انصافیوں کا خاتمہ کرنا اور ہر شخص کیلئے ضروری

www.abulhasanalinadwi.org

وسائل زندگی کا مہیا کرنا نہایت مبارک کام ہے اور جو لوگ اسمیں حصہ لیتے وہ انسانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں لیکن انکو اپنے کام کو بالکل ادھورا اور ناقص سمجھنا چاہیے جبتک انسانیت کے دل کی پھانس اور آنکھ کی کھٹک دور نہو اسکا ضمیر خدا ترس اور پاک باز نہو جائے اسمیں ذمہ داری کا احساس نہ پیدا ہو جائے اسکی نظر شکم پروری اور تن پروری سے بلند ہو کر بنی نوع انسان کے عام فائدوں پر نہو اسمیں وسعت نظر اور عالی حوصلگی نہ پیدا ہو جائے وہ ضروریات زندگی اور فضولیات زندگی میں فرق نہ کر سکے اور اسکو ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرنے اور اپنے نفس کے خلاف کرنے میں دقت نہ ہو۔

کئی بار اس جسم کی سوئیاں نکالنے کیلئے انسانیت کے ہمدرد ہاتھ بڑھے لیکن ہر بار انھوں نے آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیں اور رات ہو گئی، کسی ملک کو اسکے فرزندوں نے اپنی قربانیوں اور بہادری سے آزادی دلائی، کہیں راہ دے کے کچھ انسانوں نے جابر شخصی سلطنتوں کا تختہ الٹ کر ملک میں جمہوری نظام اور عوامی حکومت قائم کی لیکن دلوں کی پھانس دلوں کے دل ہی میں لگی، ملک کا نظم و نسق کرنے والے بدل گئے مگر نظم و نسق کا طریقہ اور حکومت کی روح اور اسکا مزاج نہ بدلا، اب بھی کئی ملکوں میں معاشی انقلاب کی جدوجہد جاری ہے لیکن لوگ پیٹ کی سوئیاں دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں کی سوئیوں کیطرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں، انسانیت فریادی ہے کہ رات آنے سے پہلے جسم کی سوئیوں کے ساتھ آنکھوں کی سوئیاں بھی نکال دیجائیں تاکہ اسکو حقیقی سکون، دیرپا راحت اور متوازن زندگی حاصل ہو۔

مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org